شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد رائے پوری
قدس اللّٰہ سِرّہُ السّعید
مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابع

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

فروری **2013**ء/ربیع الاول، ربیع الثانی **1434**ھ – جلد نمبر **5**، شمارہ نمبر **2** – قیمت فی شمارہ: مبلغ **20** روپے – سالانہ ممبرشپ: مبلغ **200** روپے – تین سالہ ممبرشپ: مبلغ **500** روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

- درسِ قرآن
- درسِ حدیث
- خطبہ جمعۃ المبارک
- دینی مسائل

ادار یہ ''نااہل'' قیادت ؛ ہمارا قومی اَلمیہ

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ کا آخری مکتوبِ گرامی اور زندگی کا آخری سفر ؛ دورۂ شمالی پنجاب

تعزیتی تاثرات

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ مسند نشین ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت والاؒ سے سوال کیا گیا؛ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے دعا کی اور ہمیں رہنمائی ہوئی۔ حال آں کہ وہ لوگ باطل کو اختیار کیے ہوئے ہوتے ہیں؟ جواب میں حضرت والاؒ نے فرمایا:

''دعا کے لیے بھی شرائط ہیں۔ جو شخص دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ اس کے جی (دل) کو حق کی طرف پھیر دے اور حقانیت اس کے دل پر واضح کردے۔ اگر وہ دو تحقیق طلب فریقین کے نمائندوں میں سے کسی کے ساتھ زیادہ روابط اور صحبت رکھے، تو دل پر اس صحبت کا اثر بھی ہوگا۔ ہاں! اگر خالی الطبع ہوکر وضوحِ حق کے لیے اِلحاح وزاری اور صداقت طلبی سے دعا کی جائے تو میرا زبردست خیال ہے کہ خدا تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت فرمائیں گے۔ میرے لیے تو یہ نسخہ بہت دفعہ کارگر ہوا ہے اور خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے میری رہنمائی فرمائی ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ خدا تعالیٰ بندے کے کمال کے بل پر نہیں، بلکہ اپنے فضل و کرم سے رہنمائی فرماتے ہیں۔ اور مجھے تو یہی تجربہ ہوا ہے۔ اگر کسی معاملے میں کوئی کھٹک ہوئی تو توبہ اور اِستغفار کرکے، خالی الطبع ہوکر، اِلحاح اور صداقت طلبی سے وضوحِ حق کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے تردّد (اور پریشانی) سے نکال دیا۔''

(مجلس 9-8/ذی الحج 1365ھ/ 4-3/نومبر 1946ء، بروز اتوار، سوموار۔ رائے پور) (ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 11-110۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ)
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21
راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616,36320707

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111 ,1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

کامیاب انقلابی تحریک کی اہم شرط

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ۝ (6-7:62)

(کہہ دواے لوگو جو یہودی ہو اگر تم خیال کرتے ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو' سوائے دوسرے لوگوں کے تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔ وہ لوگ کبھی بھی موت کی تمنا نہ کریں گے' بسبب ان عملوں کے، جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔)

اگر یہود یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں تو ان کا یہ خیال صرف اسی صورت میں صحیح مانا جاسکتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی تعلیم کے پورے پورے پابند ہوں اور خدا سے موت مانگیں، یعنی جس میدان میں موت کا اندیشہ ہو، وہاں آگے بڑھ کر اپنی تعلیمات کو پھیلائیں۔

تمنائے موت کی تفسیر خود قرآن نے کر دی ہے: ''اور تم موت سے پہلے اس کی ملاقات کی آرزو کرتے تھے سو اَب تم نے اسے بھی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا۔'' (142:3) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی اصطلاح میں تمنائے موت کے معنیٰ ہیں، میدان جنگ میں جانے کے لیے آمادہ ہونا۔ دوسرے لفظوں میں قتل ہونے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا۔ یورپ کی انقلابی جماعتوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس میں موت سے نڈر ہونے کا مادہ نہ ہو، وہ کسی معمولی انقلابی تحریک کو کامیابی سے نہیں چلاسکتا۔ قرآن حکیم کے انقلاب کو کامیاب بنانا تو بہت بڑی چیز ہے۔ چوں کہ یہ لوگ انسانیت کے درجے سے گر چکے ہیں اس لیے یہ کبھی ایسے میدان میں نہیں اتریں گے جہاں انہیں موت کا خوف ہوگا۔

غلط طریقے پر زندگی تعمیر کرنا اور اپنے شرعی پروگرام کی مخالفت کرتے ہوئے سامان زندگی جمع کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔ جس کی ایک علمی جماعت مرتکب ہوسکتی ہے، اگر وہ ایسے موقعوں پر میدانِ جنگ میں جانے لگیں تو جو سامان انہوں نے اکٹھا کر رکھا ہے اور جس کے بڑھانے میں وہ دن رات مگن ہیں وہ برباد ہو جائے گا۔ مگر انہیں سامان دنیا کی فراغت نصیب نہ ہوگی، جب تک وہ اپنے قانون کی حکومت قائم نہ کرلیں گے۔ لیکن وہ اس قانون کی حکومت قائم کرنے کے لیے قربانی دینے کو تیار نہیں، اس لیے ان کا اس پروگرام پر قبضہ جما کر بیٹھنا ظلم عظیم ہے۔

یہاں ہم یہ بات نہایت بلند آہنگی کے ساتھ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی مرشد نما بزرگ یا علمی شان رکھنے والا استاد، موت کے منہ جانے کے لیے آمادہ نہیں ہے تو اسے (ہماری) جماعت کی سرداری سے مستعفی ہو جانا چاہیے۔ ہمارے استاد حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہندؒ ہمارے بزرگوں میں تیسرے طبقے کے آدمی ہیں' پہلے طبقے کے لوگ وہ تھے جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ساتھی تھے' دوسرے طبقے کے وہ لوگ تھے جو حضرت مولانا (رشید احمد) گنگوہیؒ کی طرز کے تھے۔ مولانا شیخ الہندؒ ان دونوں جماعتوں سے پیچھے کی جماعت کے فرد تھے۔ ہم نے ان کو موت سے اتنا بے خوف دیکھا ہے کہ ہم دنیا کے کسی انقلابی کو ان کے برابر نہیں مان سکتے۔ اس لیے ہماری طبیعت میں فخر ہے کہ ہمارا استاد دنیا کے سب انقلابیوں سے زیادہ موت سے بے خوف بزرگ تھا۔ جس جماعت کا رہنما ایسا ہو اور جس کے نوجوان افراد ایسے ہوں جیسے ہم نے دیکھے، وہ دنیا میں ناکام نہیں رہ سکتے۔ مگر شرط یہ ہے کہ موت سے ڈرنے والے آدمیوں کو جماعت کی لیڈر شپ سے قطعاً خارج کر دیا جائے۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

چار خصلتیں جس میں نہیں، وہ ہم میں سے نہیں

عَنِ ابنِ عبّاسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : ''لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَ لَمْ يَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لَمْ يَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ.''

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہم میں سے چھوٹوں پر رحم اور شفقت نہ کرے اور ہم میں سے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، اچھی باتوں کا حکم نہ دے اور بُرے کاموں سے نہ روکے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔)

(مشکوٰۃ شریف. کتاب الآداب. باب الشفقت علی الخلق. الفصل الثانی)

اس حدیث سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ذرا کان لگا کر سننا چاہیے۔ ہم اس پر بڑا فخر کرتے پھرتے ہیں کہ ہم قوم کے مسلمان ہیں۔ ہمیں ناز ہے کہ ہمارے بڑوں نے تلوار لے کر بڑے بڑے تلواریوں کے سر اُڑا دیے اور تخت پر بیٹھ کر ایسے گرجے کہ بڑے بڑے فرعونوں کے سر اُن کے آگے جھک گئے۔ بابا اپنے بڑوں کے گن گانے سے کوئی بڑا نہیں ہو جاتا۔ اِتراتے پھرنے سے پہلے ذرا گریبان میں منہ ڈال کر یہ تو دیکھو کہ تم مسلمان کہلانے کے مستحق بھی ہو یا نہیں۔ حدیث کے الفاظ صاف ہیں۔ اس میں کوئی لگی لپٹی بات نہیں۔ مسلمانوں کی قومی نشانی اس میں صاف طور پر بتا دی گئی ہے۔

ارشاد ہے کہ تم بڑے ہو تو چھوٹوں پر رحم کرو۔ یعنی ان کی ایسی مدد کرو کہ وہ آگے چل کر فخرِ قوم بنیں۔ اَخلاقِ حسنہ کے نمونہ ہوں۔ ان کے سامنے ایسی غلطیاں نہ کرو، جنھیں دیکھ کر وہ سمجھنے لگیں کہ یہ غلطیاں ہی نہیں، کیوں کہ ہمارے بڑے انھیں کرتے تھے۔ اگر تم چھوٹے ہو تو بڑوں کا ادب کرو۔ ان کی قدر کرو۔ اچھی باتوں کے اندر ان کا کہا مانو۔ پھر تمہارا طرزِ عمل یہ ہونا چاہیے کہ جہاں کوئی اچھا کام ہوتے دیکھو، اس کی تائید کرو اور لوگوں کو اچھے کام کرنے کی ہمیشہ نصیحت کرتے رہو اور اگر کہیں کوئی بُرا کام ہوتے دیکھو تو اسے فوراً روکو۔ ایسا نہ ہو کہ اس چنگاری سے زور کی آگ بھڑک اُٹھے اور سب کو جلا کر راکھ کر ڈالے۔

ارشاد ہے کہ جس شخص میں یہ چار خصلتیں نہیں ہیں، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یعنی وہ منہ سے چاہے جتنا اعلان کرتا پھرے کہ میں مسلمان ہوں، میرا باپ مسلمان ہے، میری ماں مسلمان ہے، میری قوم مسلمان ہے، وہ درحقیقت مسلمان نہیں ہوگا۔ اس حدیث کو سُن کر ہمیں اپنے ماحول اور قومی نظام کا جائزہ لینا چاہیے کہ ہم نِری زبانی باتوں پر اُتر آئے ہیں یا کچھ اصلی جوہر اسلام کے بھی ہم میں موجود ہیں۔ حضور اکرمؐ نے اپنی امت اور اپنے ساتھیوں کی خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ بڑے ہوں تو چھوٹوں پر شفیق ہوں۔ چھوٹے ہوں تو بڑوں کی عزت کریں۔ اچھی باتوں کا حکم دیں اور بُری باتوں سے دوسروں کو روکیں۔

اصل میں مسلمان وہ جماعت ہے، جو انسانی فلاح و بہبود کا ایک بہترین نظام قائم کرتی ہے۔ اس نظام کی بنیادی خصوصیت یہ چار خصلتیں ہیں۔ مسلمان معاشرے میں ہر ایک بڑا اپنے ماتحت افراد پر رحمت اور شفقت کی نظر رکھے۔ درشتی اور سختی اور انتقام کے جذبات سے پرہیز کرے۔ ہر ایک ماتحت اپنے بڑے رہنماؤں کی عزت و احترام کرے۔ اسی طرح ہر ایک فرد انسانی معاشروں کے مسلمہ اَخلاق و اقدار کو قائم رکھنے کی فکر میں رہے۔ اچھائی کا حکم دے اور انسانیت دشمن رویوں اور بداَخلاقی کی مزاحمت کرے۔ ایک بہتر سسٹم ان چاروں امور کے بغیر قائم نہیں ہوسکتا۔ اور جو مسلمان ان کی خلاف ورزی کرتا ہے، وہ مسلم جماعت کا حصہ نہیں۔

اداریہ

’’نااہل‘‘ قیادت : ہمارا قومی اَلمیہ

گزشتہ سال پاکستان کی اعلیٰ عدالت نے ملک کے منتخب وزیراعظم کو قومی اسمبلی کی رُکنیت کے لیے نااہل قرار دیتے ہوئے، وزارتِ عظمیٰ کے منصب سے فارغ کردیا۔ یہ فیصلہ جون کے مہینے میں آیا، جب کہ اس کا اطلاق اپریل کے ماہ سے کیا گیا۔ اس طرح 2008ء میں ملک کی قومی اسمبلی سے متفقہ طور پر منتخب ہونے والا وزیراعظم، اعلیٰ عدلیہ کے تین رکنی بینچ کے فیصلے سے ملک کی قیادت کے لیے ’’نااہل‘‘ قرار پایا۔ اس نااہلی کا اثر وزیراعظم تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ ان کے ساتھ پوری کابینہ بھی فارغ ہوگئی۔ گویا وزیراعظم کی نااہلی حکمران اتحادی سیاسی پارٹیوں کے سبھی وزرا تک سرایت کرگئی۔ اس طرح منطقی طور پر نہ صرف پوری کابینہ کی نااہلیت سامنے آئی، بلکہ وزیراعظم اور ان کی کابینہ کو متفقہ طور پر منتخب کرنے والی قومی اسمبلی کی نااہلیت کا سوال بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ گویا ملک کی پوری سیاسی قیادت ایسی نااہل ہے، جو قانون کی خلاف ورزی کرنے والے ’’نااہل‘‘ وزیراعظم کو منتخب کرتی ہے۔ اس طرح یہ بات سامنے آئی کہ گزشتہ ساڑھے چار سال تک ملک کی قیادت کے لیے اہلیت رکھنے والا سیاسی طبقہ یکا یک نااہل قرار پایا ہے۔ اس طرح سپریم کورٹ کے تین رکنی بینچ کی صلاحیت اور ’’مہارت‘‘ ایسی طاقت کی حامل ہے کہ وہ پوری سیاسی قیادت کو ’’نااہل‘‘ قرار دے سکتی ہے۔

ملکی قیادت کی ’’نااہلیت‘‘ کا یہ تازہ واقعہ کوئی نیا نہیں ہے۔ پاکستان کی گزشتہ 65 سال کی تاریخ اس حقیقت کی غمازی کرتی ہے کہ مجموعی طور پر اب تک آنے والی ’’ملکی قیادتوں‘‘ کے حوالے سے یہی کچھ ہوتا رہا ہے۔ چناں چہ یہاں ’’ملکی قیادت‘‘ کی اہلیت اور نااہلیت کا سلسلہ شروع دن سے ہی چلا آرہا ہے۔ یہ ایک المیہ ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں، اس خطے پر تسلط رکھنے والی عالمی قوتوں کے اشارے پر پہلے کچھ لوگوں کو ’’قومی قیادت‘‘ کے لیے مصنوعی طور پر اہل بنانے کے لیے ہر حربہ اختیار کیا جاتا ہے اور ان سے اپنے سامراجی مفادات کے لیے کام لیا جاتا ہے۔ پھر ان کو استعمال کرنے کے بعد انھیں نااہل قرار دے کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا ہے۔ یوں گزشتہ 65 سالوں سے ملکی قیادت کے دعوے دار قائدین اور رہنماؤں کی ’’اہلیت‘‘ اور ’’نااہلیت‘‘ کا سلسلہ برابر چل رہا ہے۔ اس حوالے سے ذرا ملک کی گزشتہ تاریخ پر نظر دوڑائیں اور دیکھیں کہ کس طرح ہم نے ملک بنانے کے لیے ایک ’’قیادت‘‘ کا انتخاب کیا۔ اس کے بعد بانیٔ پاکستان کے بقول پتا چلا کہ ’’یہ تو کھوٹے سکے تھے، اور انھوں نے اپنے ٹائپ رائٹر کی مدد سے پاکستان بنایا ہے۔‘‘ ملک کے اعلیٰ عہدوں پر قیادت کی اہلیت کا اندازا اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ملک کے پہلے وزیراعظم نے بانیٔ پاکستان، جو ملک کے پہلے گورنر جنرل بھی بنے، کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ان کی زندگی کے آخری ایام میں ملک کا وزیراعظم، ان کی عیادت کے لیے ’’زیارت‘‘ (کوئٹہ) جاتا ہے، تو انھوں نے اپنی بہن سے کہا: ’’تم جانتی ہو کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟‘‘، ’’وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ میں کتنا عرصہ اَور زندہ رہ سکتا ہوں۔‘‘ ("My Brother" by Fatima Jinnah) اور پھر ڈرگ روڈ کراچی پر ان کے ساتھ جو سلوک ہوا، وہ پوری قوم کے لیے ایک المیے سے کم نہیں۔

ان کے بعد ملک کے پہلے وزیراعظم چار سال ’’اہل‘‘ رہنے کے بعد ملک کی مقتدر قوتوں کے نزدیک ’’نااہل‘‘ ہو جاتے ہیں اور انھیں راولپنڈی میں ایک جلسہ عام کے دوران گولی مار کر قتل کرادیا جاتا ہے۔ ان کے بعد چھ سات سال تک یکے بعد دیگرے چند مہینوں کے لیے کچھ ’’اہل‘‘ لیڈر ملک کی قیادت کرتے رہے اور تھوڑے عرصے بعد ہی ’’نااہل‘‘ قرار دے کر رخصت کردیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ملک کا پہلا صدر بننے والا فرد کس طرح اچانک ملک بدر کرکے ’’نااہل‘‘ قرار دے دیا جاتا ہے، اور وہ پھر بیرونِ ملک ہوٹلوں کے برتن مانجھتا رہا۔ اس کے بعد ملک کے سیاہ وسفید کا مالک بن جانے والا ’’فیلڈ مارشل‘‘ اور صدرِ مملکت ایک دہائی تک ’’اہل‘‘ رہتا ہے۔ اس کے بعد ملک کے عوام کو بتایا گیا کہ نہ صرف وہ ’’نااہل‘‘ ہے، بلکہ انسانیت کے شرف سے محروم ہوکر ’’کتا‘‘ بن چکا ہے۔ چناں چہ بچوں سے ایسے نعرے لگوائے گئے۔ اس دوران ملک کے صدر کی توہین کے ایسے ایسے مناظر سامنے آئے، جو کسی بھی باوقار ملک میں نہیں ہوتے۔ اس کے بعد جو فوجی حکمران ملک پر قابض ہوا، اس کی اہلیت کا اندازا اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے دور میں ملک دولخت ہوگیا۔ پھر پاکستان میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر پہلے عام الیکشن کے نتیجے میں جو لیڈر ملک کا صدر اور منتخب وزیراعظم قرار پایا، وہ چار پانچ سال تک اہل رہنے کے بعد نہ صرف ’’نااہل‘‘ قرار دیا گیا، بلکہ قتل کے الزام میں پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔ ان کے بعد عالمی قوتوں کے اشارے پر ایک جرنیلی قیادت 11 سال تک اسلام کے نام پر فساد مچانے کی اہلیت دکھاتی رہی۔ اس کی اہلیت کا پول اس وقت کھلتا ہے، جب ملکی قیادت کا جہاز بہاولپور کے قریب ہچکولے کھانے لگتا ہے اور بالآخر آگ میں بھسم ہوکر راہیٔ ملک عدم ہوئی۔ ’’اہلیت‘‘ اور ’’نااہلیت‘‘ کا یہ کھیل یہیں پر ختم نہیں ہوا، بلکہ اگلے 12 سال کے عرصے میں دو سیاسی پارٹیوں کے لیڈرز دو دفعہ قیادت کے لیے ’’اہل‘‘ ہوئے اور دو دفعہ ’’نااہل‘‘ قرار دے کر برطرف کردیے گئے۔ اس کے بعد ایک اور اہل قیادت آئی، جو 9 سال تک ملک چلانے کے بعد ’’نااہل‘‘ قرار پائی۔ اس کے خلاف جو طوفانِ بدتمیزی اٹھایا گیا اور جو آگ لگائی گئی، اس کی چنگاریاں ابھی تک سلگ رہی ہیں۔ جس کا مظاہرہ آئے روز اخباری کالموں اور سیاسی بیانات کی صورت میں سامنے آتا رہتا ہے۔ پھر 2008ء میں ایک ’’جمہوری حکومت‘‘ قائم کی گئی۔ پارلیمنٹ کے تمام اراکین بشمول اپوزیشن نے متفقہ طور پر ایک وزیراعظم منتخب کیا۔ چار سال تک وہ اپنی ’’اہلیت‘‘ کی وجہ سے اپنے منصب پر فائز رہا۔ اچانک پتا چلا کہ وہ قانون شکن اور ’’نااہل‘‘ ہے، اس لیے ملک کی سربراہی کے لائق نہیں ہے۔

اس طرح ملک کی 65 سالہ تاریخ کا جائزہ یہ بتاتا ہے کہ ملک چلانے کی اہلیت کے دعوے دار جن حکمرانوں کو ہم پھولوں کے ہار ڈال کر لاتے ہیں، کچھ عرصے بعد نااہلیت کے جوتوں کا ہار ڈال کر انھیں رخصت کردیتے ہیں۔ یوں ہم نے بحیثیتِ مجموعی اُن قومی اور دینی رہنماؤں کی باتوں کو سچ کردکھایا، جنھوں نے قیامِ پاکستان سے قبل، ملک چلانے والی قیادت کے بارے میں نااہلیت کی پیشین گوئی کی تھی۔ سوال یہ ہے کہ خودساختہ اہلیت یا نااہلیت کا یہ ناٹک ہمارے سامنے کب تک کھیلا جاتا رہے گا؟ جواب واضح ہے کہ اس وقت تک یہ تماشا بند نہیں ہوگا، جب تک کہ ہم سماجی حوالے سے بے شعوری، غفلت اور نااہل مقتدرہ سے مرعوبیت کا شکار رہیں گے۔ ہمیں اپنے سماج کی تاریخی حقیقتوں کا شعور حاصل کرنا چاہیے۔ مسلط مقتدرہ کی مرعوبیت سے نکل کر غفلت اور جہالت کی حالت سے باہر آنا چاہیے اور ایک باشعور اور باوقار قوم کی صورت اختیار کرکے بہتر ملکی قیادت کا انتخاب کرنا چاہیے۔ زندہ قوموں کے طور اطوار کی طرح آزادی و حریت، عقل و شعور اور سماجی فہم و بصیرت کی بنیاد پر ایسی حکمتِ عملی اختیار کی جانی چاہیے، جس سے ملک و قوم اور خطہ ترقی کرے۔ ایسی باوقار قوم بنیں، جو جذباتیت سے بالاتر ہوکر شعوری بنیادوں پر کردار ادا کرے۔ اہلیت اور نااہلیت کے سامراجی چکر سے نکل کر قوم کی حقیقی ترقی کے لیے اپنی ملکی اور قومی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور سماجی شعور سے گہری آگہی رکھتے ہوئے منظّم اجتماعیت کے قیام کے لیے کاوش کریں۔

مدیرِاعلیٰ

خطبہ جمعۃ المبارک

حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوریؒ رابع و مسند نشین خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

عشرۂ ذی الحج کے شعائر کی عظمت

(مؤرخہ 26/اکتوبر2012ء بمقام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور) ضبط وتحریر: (مولانا) نفیس مبارک

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم، امّا بعد: قال اللّٰہ تبارک تعالیٰ: وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۝ (32:22) صدق اللّٰہ مولانا العظیم.

معزز دوستو! دین اسلام کی تعلیمات انسانی معاشرے کی درست تشکیل کے لیے صحیح نظریہ وفکر و عمل کا تعین کرتی ہیں۔ انسانی زندگی درست خطوط پر کیسے استوار کی جاسکتی ہے، کتابِ مقدس قرآنِ حکیم کی تعلیمات اور دین اسلام کی جامعیت اس حوالے سے ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ دنیا میں دیگر جتنے بھی نظام ہائے حیات ہیں، جتنے افکار وخیالات اور نظریات ہیں، ان کے مقابلے پر دین اسلام کی تعلیمات انسانیت دوست، انسانی زندگی کو دنیا و آخرت میں بہتر بنانے کے لیے منفرد حیثیت رکھتی ہیں۔ ایسی حیثیت، جو دنیا میں کسی اور مذہب یا نظامِ فکر و عمل کو حاصل نہیں ہے۔ انسانی نفس، جسے دنیا میں بھی ترقی حاصل کرنی ہے اور موت کے بعد بھی ترقیات کی منازل طے کرنی ہے، اس کا واحد راستہ اسلام کی تعلیمات ہیں، دین حنیفیت کی تعلیمات ہیں۔

دنیا میں یہ بات مسلمہ ہے کہ ہر ایک نظام، ہر ایک نظریے اور فکر کے کچھ بنیادی شعائر اور علامات ہوتی ہیں۔ یعنی وہ تمام ظاہری چیزیں، جن سے اس نظریے کی سربلندی اور عظمت وابستہ ہو۔ مثلاً قومیں آزادی حاصل کرتی ہیں تو آزادی کے ایام میں اپنی اجتماعی طاقت کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ اس سے قومی نشان، قومی عظمت کے غلبے کا اظہار ہوتا ہے۔ یومِ آزادی منایا جاتا ہے۔ وہ دن گویا کہ اُن کے شعائر کا دن ہوتا ہے۔ اُن کی سوچ اور فکر کے اظہار کا دن ہوتا ہے۔ ہر قوم کے پیشِ نظر یہ تمام چیزیں ہوتی ہیں۔ قرآن حکیم نے کہا ہے: وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا (148:2) دنیا کا ہر فرد اور ہر قوم کسی نہ کسی وجہتِ نظری، فکر اور عمل کے ساتھ وابستہ ہے۔ مُوَلِّيْهَا اس کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے۔ خواہ وہ اپنی قبیلے کی اقدار ہوں یا قومی اَخلاق و اقدار ہوں۔ یا کسی مذہب سے وابستگی کی بنیاد پر اس مذہب کے بنیادی افکار و نظریات ہوں۔ ہر قوم کا کوئی نہ کوئی نظریہ اور فکر ضرور ہوتا ہے۔ بغیر نظریے اور فکر کے دنیا میں کوئی سوسائٹی نہیں ہوتی۔ وہ جانوروں کی سطح کی حالت تو ہوسکتی ہے، لیکن انسان جہاں بھی جمع ہوکر رہیں گے، وہ کسی نہ کسی نظریے اور فکر سے وابستہ ہوں گے، ایک سوچ رکھیں گے۔

قرآن نے انسانوں کو حکم دیا کہ وہ ایسے نظریۂ فکر و عمل کو اپنائیں، جو انسانی بھلائی کا ہے۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (148:2) آگے بڑھ کر، سبقت لے کر اُس سوچ کو اپناؤ، جو بھلائی کی ہے۔ ''خیرات'' خیر کی جمع ہے۔ ہر وہ بات، جو انسانی معاشرے کی بھلائی اور اس کی ترقی کی ہے، یہ صدقہ اور خیرات کا نام اردو یا پنجابی کا خیرات نہیں ہے، یہ دراصل انسانی سوسائٹی کی بھلائی کے تمام سماجی امور، جس میں سیاست بھی ہے، معیشت بھی ہے، تہذیب و کلچر بھی ہے۔ ہر عمدہ، اچھی اور بھلائی کی چیز اپناؤ۔ سبقت لے کر اُس کی طرف بڑھو۔ ایمان والی جماعت انسانی بھلائی کے لیے اقدامات کرے، اس کے لیے جدوجہد اور کوشش کرے۔ اب جو دین اپنے ماننے والوں میں خیر اور بھلائی کی سبقت، آگے بڑھ کر اُس کو اپنانے کی دعوت دے گا، اُس دین کا بھی ایک یومِ آزادی ہے۔ اس کا بھی اعلان واظہار کا ایک طریقہ ہے۔ اس کے بھی شعائر ہیں۔ ان شعائر کو پیشِ نظر رکھنا، مسلمان جماعت کی ذمہ داری ہے۔ اسی لیے قرآنِ حکیم نے ارشاد فرمایا کہ: وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۝ کہ جو فرد اللہ کے شعائر کی عظمت اپنے دل و دماغ میں رکھتا ہے، اُس کے احترام میں سر جھکا دیتا ہے، اس کی سربلندی کو پیشِ نظر رکھ کر کام کرتا ہے، تو اس سے دلوں کا تقویٰ، دلوں کا ادب انھیں حاصل ہوتا ہے۔

دین حنیفیت کی بنیاد دو باتیں ہیں: اللہ سے سچا تعلق، اس کی عظمت، اس کی ہیبت وجلال کا اثر، اس کی محبت و چاہت ایک مسلمان کے دل و دماغ میں راسخ ہوجائے۔ اس حد تک کہ باقی تمام چیزوں کے وجود، عدمِ وجود اس کے سامنے برابر ہو۔ کسی چیز کا وجود ہے یا نہیں ہے، اس سے صرفِ نظر ہو۔ انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے اور محبوب کو جب آدمی دیکھتا ہے تو اس کے گرد و پیش کتنی ہی خوب صورت بلڈنگیں، باغات، کتنی ہی عالی شان چیزیں موجود ہوں، تو آدمی کی توجہِ نظر کا مرکز اس کا محبوب ہوتا ہے۔ باقی چیزیں ہیں یا نہیں ہیں، اس سے اس کا کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں عمارت نہیں ہے، باغ نہیں ہے، چیزوں کا وجود نہیں ہے، وجود تو ہے لیکن محبت اور چاہت کی نظر محبوب کی طرف مرتکز ہے اور باقی تمام چیزوں کا ہونا نہ ہونا اس کے لیے برابر ہے۔ جب لا اِلٰہ کہا تو دراصل اللہ کے علاوہ جتنی بھی تمام چیزیں ہیں، اُن کی طرف توجہ نہیں، ان تمام چیزوں سے منقطع ہوگیا۔ اب یہ نہیں کہ ایک لا الٰہ کہنے والا اللہ کے علاوہ باقی ساری مخلوقات یا موجودات کا سرے سے انکار کررہا ہے، موجود تو ہیں، موجود نہ ہوتیں تو کائنات کیسے ہوتی، خود اُس کا اپنا وجود بھی تو موجود ہے، لیکن ان تمام کے مقابلے پر اِلا اللہ، اللہ کی محبت اور عظمت اس کے دل پر غالب ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ تعلق مسلمان کا پہلا بنیادی تقاضا ہے۔ دوسرا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے تعلق سے انسانی مخلوق کے ساتھ اس کی محبت، کہ یہ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اس کی ضروریات اور تقاضے ہیں، اس کی تکمیل کے لیے اسے کردار ادا کرنا ہے۔ اللہ کے پیغام کے مطابق سوسائٹی کی تشکیل کرنی ہے۔ یہ اس کے پیشِ نظر ہے۔

دین کی دو بنیادیں ہیں: انسان دوستی اور خدا پرستی؛ دین کے غلبے کے تمام شعائر انھی دو کے گرد گھومتے ہیں۔ کسی بھی نظریے کی بنیاد جن اَخلاق واقدار پر ہوتی ہے، اس کے پورے نظامِ فکر وعمل اور اس کے سربلندی کے تمام پہلو انھیں اَخلاق واَقدار کی اساس پر ہوتے ہیں۔ اب اللہ نے مسلمان جماعت کے لیے جو شعائر مقرر کیے ہیں، ان میں خاص طور پر چار مہینے ہیں، جنھیں اشہر حرم کہا جاتا ہے۔ اور ان میں خاص طور پر حج کا مہینہ یا عشرۂ ذی الحج ہے، جو شعائر اور دین اسلام کی سربلندی کا مہینہ ہے۔ عظمتِ خداوندی اور انسانی اجتماع کے درست ڈسپلن اور نظم و ضبط کا مہینہ ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں اسی لیے ان دس دنوں کے فضائل بڑی کثرت سے وارِد ہوئے ہیں۔ یہ دراصل ابراہیمی تحریک کے آغاز کا وہ مرکز اور منبع ہے، جس سے انسانیت نے ترقی کی منازل طے کی ہیں۔ دین اسلام کی تعلیمات کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی۔ اور خدا پرستی اور انسان دوستی کا بنیادی نظریہ، تحریکِ حنیفیت کی بنیاد ہے۔ اس موقع پر دنیا بھر کے مسلمانوں سے یہ بات کہی گئی کہ وہ اپنی اپنی اقوام، اپنے اپنے ممالک، اپنے اپنے علاقوں سے نکل کر مکۃ المکرّمہ، جو دراصل اس کرۂ ارض کا مرکز و محور ہے، تحریکِ حنیفیت کا مرکز ہے، اس تک پہنچیں اور وہاں وہ تمام اجتماعی اعمال نظم و ضبط اور ڈسپلن کے ساتھ پیشِ نظر رکھیں۔ جو انسانی سربلندی کے لیے اپنے اندر ایک خاص عظمت، احترام اور محبتِ انسانیت کا جذبہ رکھتے ہیں۔

حج کوئی رسمی عبادت نہیں ہے، یہ قوموں کے بین الاقوامی اجتماع کا نام ہے۔ اور اس بین الاقوامی اجتماع میں ہر فرد کو ایک خاص اور طے شدہ اوقات میں طے شدہ اعمال، ایک نظم وضبط اور ڈسپلن کے ساتھ سرانجام دینے ہیں۔ جس میں نہ کوئی جھگڑا ہے، نہ دنگا فساد ہے، نہ ایک دوسرے کے حقوق پر ڈاکہ ہے۔ امن کے ساتھ رہنے کا ایک عالمی مظاہرہ ہے کہ لاکھوں انسان بھی ایک جگہ جمع ہوں تو ایک انسان سے دوسرے انسان کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہ مظاہرہ کیسے ہوگا؟ امن ہر معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے اور امن کی علامتیں ہیں؛ دو سفید کپڑے۔ اپنی اپنی قوموں کے لباس اُتار دو۔ اپنی اپنی شناختیں ختم کر دو، صرف انسان کی انسانی شناخت برقرار رہے۔ اور وہ ایسے دو کپڑوں میں اُس اجتماعی عمل کو سرانجام دیں، جو تمام کے لیے یکساں ہے۔ سفید کپڑا اَمن کی علامت ہے، گویا کہ پُرامن سیاسی تربیت کا ایک عالم گیر مظاہرہ ہے۔ اجتماعی قوت کا ایک عظیم الشان مظہر ہے۔ اسی طرح انسانی بھلائی کے لیے قربانی ہے۔ جان قربان کرنے کے جذبے کی اساس پر جانور کی قربانی کرنی ہے۔ جانی اور مالی قربانی کے جذبے کے تحت یہ اجتماعی عمل سرانجام دینا ہے، جو کہ شعائر میں سے ہے۔ پھر ان ایام میں اس بات کا اعلان کر دیا کہ وہ لوگ لبیک اللھم لبیک کے ذریعے سے اللہ کے سامنے حاضری دیں، اس کی وحدانیت، اس کی توحید کا اقرار کریں۔ دنیا کی تمام نعمتوں اور تمام حمد وثنا کا مقصد اللہ کی الوہیت کا اقرار ہے۔

شعائر اللہ کا یہ عالم گیر مظاہرہ اُن تمام لوگوں کو کرنا ہے، جو حج کے لیے گئے ہیں۔ اور جو حج کے لیے نہیں جا سکے، صاحب اِستطاعت نہیں ہیں، سفر کرنے کی قوت نہیں رکھتے، انھیں اپنے اپنے مقامات پر دو کام تو ضرور کرنے ہیں: ایک تو یہ کہ نو ذی الحج سے شروع کر کے تیرہ ذی الحج کی عصر تک انھیں تکبیراتِ تشریق کہنی ہیں: اللہ اکبر اللہ اکبر لا اِلٰہ اِلا اللہ واللہ اَکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ اللہ کی سربلندی کا اعلان ہے کہ کائنات کی تمام مخلوقات، تمام موجودات، تمام طاقتوں اور قوتوں میں سے سب سے بڑا اللہ ہے۔ اُسی کی حمد ہے، اُسی کی ثنا ہے، اُس کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ اللہ کی عظمت اور بڑائی کا اعلان کرنا ایسے ہی ہے، جیسے ایک حاجی لبیک اللھم لبیک کہہ رہا ہے۔ وہاں چوں کہ براہِ راست حاضری ہے، اس لیے لبیک کا لفظ ضروری ہے۔ اور یہاں حاضری نہیں ہے، اس لیے اُسے تکبیر تشریق کہنی ہے۔ پھر اسی کے ساتھ جتنے صاحبِ استطاعت لوگ ہیں، انھیں اسی طرح قربانی کرنی ہے، اپنی جان و مال کو قربان کرنے کے جذبے کے تحت جانور قربان کرنے ہیں۔ اور اپنے اپنے معاشرے میں موجود وہ تمام محتاج، کمزور لوگ، جنھوں نے پورے سال میں کبھی گوشت نہیں کھایا، ان کی غذا کا بندوبست کرنا ہے۔ گویا کہ تحریکِ حنیفیت کی دو بنیادی چیزیں ہر مسلمان کو ہر جگہ پر اپنی اپنی حالت اور استطاعت کے مطابق کرنی ہیں۔ یہ شعائر ہیں۔ ذی الحج کا یہ مہینہ شعائر اللہ کا مہینہ ہے۔ یہ شعائر اُن تمام چیزوں کو کہا جاتا ہے، جو دراصل اللہ سے تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ بنیں۔ شعائر اللہ، اللہ کے شعائر وہ ہیں، جو اللہ سے نسبت اور تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ شعیرہ کا لفظی ترجمہ علامت ہے۔ یعنی دین کی ایسی علامتیں جو دراصل منزلِ مقصود تک رسائی اور اللہ تک پہنچنے کے لیے رہنمائی کا کردار ادا کرتی ہیں۔

ایک مسلمان، جس کے دل میں اللہ کی عظمت، اللہ کے تعلق سے اس کی مخلوق کی محبت، اس کی خیرخواہی کا جذبہ موجود ہو، اُسے اُن شعائر کی عظمت کو اپنے پیشِ نظر رکھنا ہے۔ اس لیے یہ بات کہی گئی کہ: جس جماعت نے بھی، جس قوم نے بھی، جس فرد نے بھی ان شعائر کی عظمت اپنے دل میں پیدا کی، تو اس کا لازمی نتیجہ دلوں کا تقویٰ ہے۔ دلوں کا ادب ہے۔ اللہ کا ادب ہے۔ اُس کی مخلوق کی ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کرنے کا ادب ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''الدّین ادب کُلّه''. (دین پورا کا پورا ادب ہے۔) دین ادب کا نام ہے۔ یعنی وہ آداب، وہ سلیقہ، وہ بنیادی اَقدار و اَخلاق جو دراصل انسانی تربیت کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ادب ہر اُس قاعدے، ضابطے یا خلق کو کہا جاتا ہے، جو انسانی تربیت کا ذریعہ بنے۔ آداب سے مراد کوئی محض رسمی امور سرانجام دینا نہیں ہے، بلکہ انسان کو مہذب بنانا ہے۔ آداب تہذیبِ انسانیت کا کردار ادا کرتے ہیں۔ دین کے تمام امور انسانوں کو مہذب بناتے ہیں۔ اُن کے دلوں اور دماغوں میں تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔ اُن کی زندگی میں ایک تغیر پیدا کرتے ہیں۔ تہذیب دراصل معیوب چیزوں کو کاٹ کر جو ضروری تقاضے ہیں، اُن کو برقرار رکھنے کا نام ہے۔ عربی میں لفظِ تہذیب کا مطلب کسی مالی کا کسی باغ میں بڑھی ہوئی شاخوں کو کاٹ کر ایک مرتب انداز میں مہذب بنا دینا ہے۔ اس کو تہذیب کہا جاتا ہے۔ تو انسان کی بڑھی ہوئی خواہشات، بڑھے ہوئے حیوانی تقاضوں، اِدھر اُدھر پھیلتی خواہشات کی شاخوں کو کاٹ کر ایک دائرے کے اندر، ایک سسٹم کے تحت منظّم انداز میں مربوط بنا دینے کا نام تہذیب ہے۔

> **دین کی دو بنیادیں ہیں: انسان دوستی اور خداپرستی؛ دین کے غلبے کے تمام شعائر انھی دو کے گرد گھومتے ہیں۔ کسی بھی نظریے کی بنیاد جن اَخلاق و اقدار پر ہوتی ہے، اس کے پورے نظامِ فکر و عمل اور اس کے سربلندی کے تمام پہلو انھیں اَخلاق واَقدار کی اساس پر ہوتے ہیں۔**

یہ شعائر جو اللہ کی عظمت پیدا کر کے انسان کو مہذب بناتے ہیں، یہ بھی آداب ہیں۔ ان کو جب دل کی چاہت، نفس کی پوری خوشی اور عقل وشعور کے پورے فہم وبصیرت کے ساتھ انسان سرانجام دیتا ہے تو اس کے دل کی دنیا میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی عقل بلند ہوتی ہے۔ اس کے شعور و آگہی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے نفس میں ایک فرحت اور طمانیت پیدا ہوتی ہے۔ آدمی جب کوئی اچھا اور عمدہ کام سرانجام دیتا ہے، ایک دلی خوشی محسوس کرتا ہے، فرحت حاصل ہوتی ہے کہ اُس نے اپنا ہدف حاصل کر لیا ہے۔ اُس نے اپنا مقصد پورا کر لیا ہے۔ اُس نے ایک مہارت حاصل کر لی ہے۔ اُس میں ایک سلیقہ پیدا ہو گیا ہے، اُس میں ایک خلق آ گیا ہے۔ یہ شعائر انسان میں اَخلاق پیدا کرتے ہیں۔ انسانی اقدار کو فروغ دیتے ہیں۔ دل کی دنیا میں تبدیلی لاتے ہیں۔ ایک بہتر اور عمدہ جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ مایوسی اور مرعوبیت کا خاتمہ کرتے ہیں۔ جرأت وہمت اور ولولہ پیدا کرتے ہیں۔ اس لیے ان شعائر کو پورے جذب وکیف کے ساتھ، محبت وچاہت کے ساتھ، عظمت کے ساتھ سرانجام دینا چاہیے۔

عشرۂ ذی الحج کے تمام اعمال اور خاص طور پر قربانی کا دن، اس کو ایک بیگار سمجھ کر نہیں کرنا چاہیے، محض ایک رسم سمجھ کر سرانجام نہیں دینا چاہیے۔ ایک وارفتگی، ایک محبت، ایک سچے جذبے کے ساتھ سرشار ہو کر عیدالاضحیٰ اور تکبیراتِ تشریق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ یہ اعمال دلوں کی دنیا کو تبدیل کرتے ہیں، عقل وشعور کو بلند کرتے ہیں۔ جرأت وہمت کو پیدا کرتے ہیں۔ نفس میں ایک ایسا شرح صدر اور لذت پیدا کرتے ہیں کہ جس کا احساس لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ دل کی گہرائیاں اسے ناپ نہیں سکتیں۔ دراصل ان شعائر کو پوری عظمت، محبت، چاہت اور سچائی وخلوص کے ساتھ سرانجام دینا چاہیے۔ یہی انسانی تبدیلی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں ان شعائر اللہ کو درست تناظر میں سمجھنے اور ان کو محبت اور وارفتگی کے ساتھ سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ کا آخری مکتوبِ گرامی

(حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ نے اپنی زندگی میں آخری مکتوبِ گرامی مجلّہ ''فکرِ انقلاب'' کے ''شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نمبر'' کے لیے لکھوایا تھا۔ اس مجلّے کے مدیر مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی صدر آل انڈیا تنظیم علمائے حق دہلی، جولائی 2012ء میں پاکستان میں تشریف لائے تھے اور انھوں نے حضرت مدنی قدس سرہٗ پر مذکورہ بالا عنوان سے ایک نمبر شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اور اس کے لیے حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہٗ سے اپنے تأثرات لکھنے کی درخواست کی تھی۔ اس پر حضرت اقدس رائے پوریؒ نے حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ سے درجِ ذیل مکتوبِ گرامی تحریر کروایا اور اس پر اپنے دستخط ثبت فرمائے تھے۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ کی زندگی کا یہ آخری مکتوب ہے۔ مدیر)

محترم جناب مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی صدر آل انڈیا تنظیم علمائے حق، دہلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے مزاجِ گرامی بعافیت ہوں گے! معلوم ہوا ہے کہ آپ ''آل انڈیا تنظیم علمائے حق'' دہلی کی جانب سے اپنے مجلّے ''فکرِ انقلاب'' کا ایک شمارہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کی حیات و خدمات کو محور بنا کر شائع کرنے کا پروگرام رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس نیک عزم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان کی نسلِ نو کے سامنے اکابرینِ امت کے حیات بخش افکار اور تعلیمات رکھی جائیں اور ان کے سیرت و کردار سے نوجوانوں کو آگاہ کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ ایک عالم ربانی اور آزادی و حریت کے عظیم مجاہد تھے۔ آپؒ اپنے دور میں ایک عظیم انقلابی مفکر اور ہندوستان کی سیاسی تاریخ کے عظیم مدبر اور رہنما تھے۔ انھوں نے انتہائی نازک اور مشکل حالات میں برعظیم ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاسی اور مذہبی حوالے سے درست سمت کی طرف رہنمائی کی۔ اپنوں اور غیروں کی تمام مخالفت کے باوجود آپؒ عزم و ہمت کے پہاڑ بن کر سرفروشانہ جدوجہد کرتے رہے اور بڑا مجاہدانہ کردار ادا کیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ اس جماعتِ حقہ کے فردِ فرید تھے، جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہٗ، قطبِ عالم حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ اور قطب الارشاد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہٗ کے زیرِ نگرانی تیار ہوئی۔ آپؒ کے رفقا میں قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ دہلوی قدس اللہ اسرارہم ہیں۔ ان حضرات کی اجتماعیت نے ہندوستان کے مسلمانوں کو دینی زوال سے نکالنے، غلامی کے بندھنوں کو توڑنے، حریت و آزادی سے ہم کنار کرنے اور دین اسلام کی جامع تعلیمات، یعنی شریعت، طریقت اور سیاست کے فروغ کے لیے انتہا درجے کی جدوجہد اور کوشش کی ہے۔

یہ وہ اکابرینِ امت ہیں کہ ان کے افکار و تعلیمات، سیاسی جدوجہد اور کوشش اور ان کے جامع فکر و عمل کو نوجوان نسل کے سامنے رکھنا، اس دور کی بڑی اہم ضرورت ہے۔ خاص طور پر اس لیے بھی کہ موجودہ دور میں دین کا نام لے کر جو ''اسلامی جماعتیں'' بنائی جا رہی ہیں، انھوں نے دین کو خودساختہ افکار کے تناظر میں پیش کیا ہے۔ اور المیہ یہ ہے کہ ''اسلامی جماعت'' نام رکھ کر برطانوی سامراج کی خدمت کرنے اور وَلی اللّٰہی سلسلے کے علمائے حق کی سیاسی اور دینی جدوجہد کو سبوتاژ کرنے کا کام کیا ہے۔ ہمارے ان اکابرین نے ایسے مسخ شدہ تصورات و خیالات رکھنے والی نام نہاد اسلامی جماعتوں کے خلاف بڑی جدوجہد کی ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے حوالے سے مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ آخر زمانے میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ حج کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کو رائے پور میں اس کی اطلاع ہوئی تو آپؒ نے اپنے خدام سے فرمایا: ''حضرت مولانا مدنی سے ملاقات کے لیے دیوبند چلنا ہے۔'' چناں چہ حضرت رائے پوریؒ، حضرت مدنیؒ سے ملنے کے لیے دیوبند تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوریؒ اور ہم خدام بھی ساتھ تھے۔ حضرت مدنیؒ کو اپنے مکان پر حضرت رائے پوریؒ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپؒ دارالحدیث سے سیدھے مکان پر تشریف لائے اور مولانا اسعد مدنی سے فرمایا کہ: ''حضرت کے لیے دسترخوان بچھاؤ۔'' اور گھر سے کھجوریں منگوا کر مہمانوں کے سامنے رکھیں۔ اپنے ہاتھ سے کھجوروں کی گٹھلیاں نکال نکال کر حضرت رائے پوریؒ کو کھلاتے جاتے تھے۔ اس دوران مزاحاً فرمایا کہ: ''آپ کو ابھی سے ہم کھجور اس لیے کھلا رہے ہیں، تاکہ حج سے واپسی پر آپ مطالبہ نہ فرمائیں۔'' اس طرح دونوں اکابرین کے درمیان باہمی مزاح کا سلسلہ جاری رہا۔

اسی دوران حضرت مدنیؒ نے حضرت رائے پوریؒ سے فرمایا: ''معلوم ہوا ہے کہ آپ پاکستان تشریف لے جاتے رہتے ہیں۔'' حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا: ''جی ہاں! چوں کہ مشرقی پنجاب، جالندھر، لدھیانہ کے متعلقین وہاں چلے گئے ہیں، ان کے اصرار پر پاکستان جانا پڑتا ہے۔'' حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ: ''جس طرح آپ نے بنگال کا سفر فرما کر وہاں شرارت پسند لیگیوں کا خاتمہ فرمایا تھا، اسی طرح آپ پاکستان جاتے ہیں تو وہاں سے مودودی فتنے کی جڑیں بھی کاٹ کر آئیں۔ یہ حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک کو نقصان پہنچانے والا فتنہ ہے۔'' حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا: ''جی ہاں جی ہاں! یہ ضروری ہے۔'' اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے نام پر فتنہ پرور عناصر کے خلاف کام کرنے کی ہمارے ان اکابرین کو کتنی فکر تھی۔

قومیں اپنی قومی اور ملّی تعلیمات کی اساس پر ترقی کرتی ہیں۔ دین اسلام کے حیات بخش افکار مسلمان جماعت، بلکہ کل انسانیت کے لیے ترقی، امن اور معاشی اطمینان کا باعث ہیں۔ ہزارۂ دوم میں دینی تعلیمات کی تجدید حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ نے کی ہے۔ اور پھر ان کے بعد حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے سلسلے کے علمائے ربانیین نے تجدیدی کردار ادا کیا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ اسی ولی اللّٰہی فکر و عمل کے ایسے مردِ حریت تھے کہ انھوں نے آخر دم تک ان حضرات کے تجدیدی کام کی روشنی میں دین کے انقلابی پیغام کے فروغ کے لیے بڑی کاوشیں کی ہیں۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ کا ہمارے حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ اسی لیے عام طور پر حضرت مدنی رائے پور تشریف لاتے یا حضرت رائے پوری ثانیؒ دیوبند تشریف لے جاتے رہتے تھے۔ پھر سہارن پور میں حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہٗ کے ہاں ان حضرات کی آمد و رفت کا سلسلہ رہتا تھا۔ اسی طرح ان حضرات کا بڑا گہرا تعلق امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے ساتھ بھی تھا۔ یہ وہ اکابرِ امت ہیں کہ ان کے افکار و تعلیمات سے آگہی حاصل کرنا بڑا ضروری ہے۔

بقیہ: صفحہ 8 پر

رپورٹ: سعد احمد خان

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ کی زندگی کا آخری سفر : دورۂ شمالی پنجاب

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کا آخری سفر شمالی پنجاب کی طرف کیا تھا۔ اس بارہ روزہ دورے کی تفصیلات اس طرح سے ہیں:

4/ جولائی 2012ء، بروز بدھ کو انجینئر عامر افتخار کے ہمراہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ لاہور سے راولپنڈی تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ مفتی عبدالخالق آزاد صاحب بھی تھے۔ 11 بجے دن آپ کی تشریف آوری راولپنڈی میں ہوئی۔ اس موقع پر حضرت مولانا ڈاکٹر تاج افسر صاحب مجاز حضرت رائے پوری قدس سرہٗ، جناب شہزاد احمد شاہ اور ناظم راولپنڈی کیمپس مرزا محمد رمضان وغیرہ احباب نے حضرت اقدس قدس سرہٗ کا استقبال کیا۔ نمازِ ظہر کے بعد حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے آرام کیا۔ اس دوران نوشہرہ سے مولانا مفتی محمد مختار حسن مجاز حضرت رائے پوری بھی تشریف لے آئے اور راولپنڈی، اسلام آباد اور پورے ریجن سے احباب جمع ہو گئے تھے۔

عصر کی نماز کے بعد ادارہ رحیمیہ راولپنڈی کیمپس کی تعمیرِ نو کے بعد اس کے افتتاحِ ثانی کے حوالے سے ایک تقریب منعقد ہوئی۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ نے ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ حضرت مفتی عبدالخالق آزاد دامت برکاتہم العالیہ، حضرت مولانا مفتی مختار حسن مدظلہٗ کے ہمراہ افتتاح فرمایا اور دعا فرمائی۔ اس موقع پر استقبالیہ تقریب بھی منعقد ہوئی۔ حضرت مولانا تاج افسر نے تقریب کی نظامت کے فرائض سرانجام دیے۔ انھوں نے مہمانانِ ذی وقار کو خوش آمدید کہا۔ تلاوت قرآنِ حکیم اور نظم کے بعد سب سے پہلے مولانا مفتی محمد مختار حسن صاحب نے خطاب فرمایا، جس میں انھوں نے ''اداروں کی اہمیت اور اجتماعی حوالے سے سماج پر ان کے اثرات'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ ان کے بعد ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ حضرت مفتی عبدالخالق آزاد نے ''ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ کے اغراض و مقاصد، بنیادی اہداف اور طریقۂ تعلیم و تربیت'' کے عنوان پر مفصل خطاب فرمایا۔ جس میں ادارہ میں تعلیم و تربیت کے دس بنیادی اہداف بیان کرتے ہوئے علوم قرآنیہ کے چار شعبوں یعنی تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف وطریقت کی نشان دہی کی۔ نیز انسانی سماج کی تشکیل کے بنیادی قرآنی علوم یعنی عمرانیات، سیاسیات، معاشیات، تاریخ، فلسفہ کے قرآنی اصولوں سے واقفیت بہم حاصل کرنے اور حالاتِ حاضرہ کو شعوری بنیادوں پر پرکھنے کی اہمیت واضح کی۔ نیز علوم قرآنیہ کی اساس پر روحانی، اَخلاقی تربیت کے لیے مجالس ہائے ذکر وفکر کے اہتمام اور مشائخ رائے پور کے معمولات کی پابندی اور ان کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کی۔ اس طرح انھوں نے ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) کے نظامِ تعلیم وتربیت کو بڑی جامعیت کے ساتھ بیان کیا۔

اس موقع پر ناظم ادارہ رحیمیہ راولپنڈی کیمپس جناب مرزا محمد رمضان نے حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہٗ اور ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ کی خدمت میں ریجنل کیمپس کے افتتاح کے موقع پر اعزازی شیلڈز پیش کیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس قدس سرہٗ نے اس موقع پر خصوصیت کے ساتھ دعا فرمائی۔ اس طرح اس نشست کا اختتام ہوا۔ مغرب کی نماز کے بعد ادارہ رحیمیہ میں ہی مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں علاقے بھر سے کثیر احباب نے شرکت کی۔ عشا کی نماز کے بعد دوستوں نے حضرت اقدس قدس سرہٗ سے استفادہ کیا۔

مؤرخہ 5/ جولائی بروز جمعرات کو ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ مولانا مفتی عبدالخالق آزاد، قاضی محمد یوسف مجاز حضرت اقدس رائے پوری کی دعوت پر حسن ابدال تشریف لے گئے، جہاں نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر ہوئی اور پھر جامعہ خادم علوم النبوت، حسن ابدال میں طلبا میں تقسیم اسناد کے حوالے سے ایک جلسہ عام ہوا۔ جس میں علاقے بھر کے لوگوں نے بھرپور شرکت کی۔ معزز علمائے کرام اور حضرت قاضی صاحب نے سب سے پہلے خطابات ارشاد فرمائے۔ آخر میں ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے ''قرآنِ حکیم کی عظمت اور اس حوالے سے مسلمانوں کی ذمہ داریوں کی اہمیت'' پر مفصل خطاب فرمایا۔ خطاب کے بعد انھوں نے جامعہ سے حفظ اور درجاتِ کتب میں فارغ التحصیل ہونے والے طلبا میں اسناد تقسیم کیں اور فضلا کی دستار بندی کرائی۔ عشا کی نماز کے بعد مفتی صاحب رات گئے حسن ابدال سے راولپنڈی واپس تشریف لے آئے، جب کہ ادارہ رحیمیہ راولپنڈی کیمپس میں دن بھر میں احباب نے حضرت اقدس قدس سرہٗ سے استفادہ کیا اور پھر نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر میں سب احباب نے شرکت کی۔ ذکر کے بعد مولانا مفتی مختار حسن نے ''فضائلِ ذکر'' پر گفتگو کی۔ عشا کے بعد احباب نے ان سے استفادہ کیا۔

مؤرخہ 6/ جولائی بروز جمعۃ المبارک کو حضرت اقدس قدس سرہٗ نے نمازِ جمعہ مسجد محمدی I/10-1 اسلام آباد میں ادا کی۔ پہلے مولانا ڈاکٹر تاج افسر نے تعارفی خطاب فرمایا، پھر اس کے بعد ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے نمازِ جمعہ سے پہلے خطاب کیا، خطبہ مسنونہ پڑھا اور نمازِ جمعہ پڑھائی۔ اس کے بعد گرد و نواح سے آنے والے احباب نے حضرت اقدس قدس سرہٗ سے بیعت کی۔ آپ نے توبہ کے کلمات کہلوائے اور تمام احباب کے لیے دعا فرمائی۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر ادارہ رحیمیہ راولپنڈی کیمپس میں ہوئی۔ اس کے بعد ''ذکر اللہ کی اہمیت و عظمت'' کے موضوع پر مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے خطاب کیا۔ عشا کی نماز کے بعد اسلام آباد میں پروفیسر سعید اختر کی تقریبِ نکاح میں شرکت کی۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ نے ان کا نکاح پڑھایا اور دعا فرمائی۔ رات گئے وہاں سے واپسی ہوئی۔

اگلے روز 7/ جولائی بروز ہفتہ کو سارا دن راولپنڈی کے احباب نے حضرت اقدس قدس سرہٗ، حضرت مفتی عبدالخالق آزاد اور حضرت مفتی محمد مختار حسن سے الگ الگ نشستوں میں استفادہ کیا۔ اور بعد نمازِ مغرب تمام احباب نے مجلس ذکر میں پوری توجہ سے شرکت کی۔ ذکر کے بعد ''ذکر اللہ کی اہمیت'' پر حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد دامت برکاتہم العالیہ نے گفتگو فرمائی اور حضرت اقدس قدس سرہٗ نے بیعتِ توبہ کے کلمات ارشاد فرمائے۔

اگلے روز 8/ جولائی بروز اتوار کو بھی راولپنڈی کے احباب نے حضرت اقدس قدس سرہٗ اور مولانا مفتی محمد مختار حسن سے استفادہ کیا۔ نمازِ عصر کے بعد ''راول کالج''، پشاور روڈ میں ایک بڑے سیمینار سے حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن مدظلہٗ نے نوجوانوں سے خطاب فرمایا اور ان کے سوالات کے جوابات دیے۔ جب کہ اسی روز صبح 8 بجے حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد، جناب کاشف شریف کے ہمراہ جہلم تشریف لے گئے۔ دینہ سے محمد نذیر کیانی بھی ہمراہ ہو گئے۔ جہلم میں سب سے پہلے مولانا محمد معاویہ کے مکان پر ناشتے کا اہتمام تھا۔ اس کے بعد مفتی آزاد صاحب نے ایک سیمینار سے خطاب فرمایا، جس میں دینہ، جہلم اور گوجر خان اور گرد و نواح کے احباب جمع تھے۔ خطاب کے بعد دوستوں نے سوالات کیے، جن کے جوابات مفتی صاحب نے بڑی تفصیل کے ساتھ دیے۔ یہاں سے فارغ ہو کر انھوں نے دینہ کے احباب کے ہمراہ دوپہر

rahimia.org

کا کھانا کھایا اور عصر تک راولپنڈی واپس تشریف لے آئے۔ عصر کی نماز کے بعد ادارہ رحیمیہ راولپنڈی کیمپس میں ایک دعوتی سیمینار کا اہتمام تھا، جس سے حضرت مفتی آزاد صاحب نے خطاب فرمایا اور دوستوں کے سوالات کے جوابات دیے۔ حسبِ معمول مغرب کی نماز کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی اور پھر فضائل ذکر بیان کیے گئے۔ عشا کی نماز کے بعد حضرت اقدسؒ نے پروفیسر سعید اختر کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت کی اور دعا فرمائی۔

اگلے روز 9/جولائی بروز سوموار کو حضرت اقدس قدس سرہٗ مری تشریف لے گئے۔ راستے میں بہارہ کہو میں صبح کا ناشتہ محمد جاوید لطیف صاحب کے مکان پر کیا۔ اس موقع پر ان کے خاندان کے افراد نے حضرت اقدسؒ سے بیعت کی اور تمام اہل خانہ کے لیے حضرت اقدسؒ نے دعا فرمائی۔ مری میں مال روڈ کے قریب ایک مکان پر حضرت اقدسؒ کا دو دن قیام رہا۔ اس دوران مری اور گردونواح کے احباب نے حضرت اقدسؒ سے بھرپور استفادہ کیا۔

10/جولائی بروز منگل کو حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ مجاز حضرت رائے پوریؒ بھی بورے والا سے مری تشریف لے آئے۔ اس روز ظہر کی نماز کے بعد مری میں مال روڈ پر ایک بڑے سیمینار کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس میں گردونواح سے بہت سے نوجوان احباب نے شرکت فرمائی۔ اس سیمینار سے حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ نے خطاب فرمایا اور دوستوں کے سوالات کے جوابات دیے۔ مری میں قیام کے دوران پروفیسر ظفر حیات مجاز حضرت رائے پوریؒ بھی بمع احباب حضرت اقدسؒ کی خدمت میں رہے۔ مری میں بھی روزانہ مغرب کی نماز کے بعد مجلس ذکر ہوتی رہی، جس میں احباب نے بھرپور انداز میں شرکت کی۔

11/جولائی بروز بدھ کو حضرت اقدس قدس سرہٗ نے صبح کا ناشتہ پروفیسر ظفر حیات صاحب مجاز حضرت رائے پوریؒ کے مکان واقع لارنس کالج مری میں کیا، جہاں انھوں نے اپنے چند احباب کو جمع کیا ہوا تھا۔ اس موقع پر احباب نے حضرتِ اقدسؒ سے استفادہ کیا۔ ناشتے کے بعد مولانا عبدالماجد (لیکچرر لارنس کالج مری) کے گھر تشریف لے گئے، جہاں وہ اور ان کے اہل خانہ بیعت ہوئے اور حضرت اقدس نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ اس کے بعد مری سے روانہ ہو کر رحیمیہ ریجنل کیمپس راولپنڈی میں تشریف آوری ہوئی۔ جہاں بعد نمازِ عصر حضرت اقدسؒ اور حضرت مفتی عبدالخالق آزاد صاحب سے احباب نے استفادہ کیا اور مغرب کی نماز کے بعد مجلس ذکر میں شرکت کی۔ اس روز صبح ہی مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مری سے حسن ابدال تشریف لے گئے، جہاں انھوں نے جامعہ خادم علوم النبوۃ میں خواتین کے لیے درسِ قرآن ارشاد فرمایا اور ایک بڑے سیمینار سے خطاب کیا اور سوالات کے جوابات دیے۔ احباب نے ان سے استفادہ کیا۔ رات گئے مفتی عبدالمتین نعمانی واپس راولپنڈی تشریف لے آئے۔

مؤرخہ 12/جولائی بروز جمعرات کو ادارہ رحیمیہ راولپنڈی کیمپس میں مختلف دعوتی اور تربیتی نشستیں جاری رہیں، جن میں احباب نے حضرت اقدس قدس سرہٗ اور مفتیانِ کرام سے مختلف نشستوں میں استفادہ کیا اور رہنمائی حاصل کی۔ حسبِ معمول مغرب کی نماز کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی اور اس کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی نے ذکر کی عظمت و اہمیت اور اس کے اثرات و نتائج پر گفتگو فرمائی۔ عشا کے بعد احباب نے استفادہ کیا۔

مؤرخہ 13/جولائی بروز جمعۃ المبارک کو ادارہ رحیمیہ راولپنڈی کیمپس میں پہلی مرتبہ نمازِ جمعۃ المبارک پڑھنے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ چناں چہ اس موقع پر راولپنڈی، اسلام آباد اور گردونواح کے احباب نے بھرپور شرکت کی۔ نمازِ جمعہ سے قبل ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ جناب مولانا مفتی عبدالخالق آزاد نے خطاب اور خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا اور نمازِ جمعہ پڑھائی۔ بعد ازاں احباب نے حضرت اقدس قدس سرہٗ کے ہاتھ پر بیعتِ توبہ کی اور آپ نے احباب کے لیے دعا کی۔ حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے گورنمنٹ کالج راولپنڈی کے پرنسپل کی درخواست پر وہاں کی جامع مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور نمازِ جمعۃ المبارک پڑھائی۔ اس روز بھی حسبِ معمول بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر ہوئی اور اس کے بعد جناب مولانا مفتی محمد مختار حسن نے ذکر کی عظمت و اہمیت پر گفتگو فرمائی اور عشا کی نماز کے بعد احباب نے حضرت اقدس قدس سرہٗ سے استفادہ کیا۔

مؤرخہ 14 اور 15/جولائی کو بھی حضرت اقدس قدس سرہٗ کا قیام ادارہ رحیمیہ راولپنڈی کیمپس میں ہی رہا۔ اور ان دو دنوں میں مختلف دعوتی اور تربیتی نشستوں میں احباب نے آپ سے استفادہ کیا۔ اس دوران خواتین کے لیے درسِ قرآن کا اہتمام بھی کیا گیا تھا، جس سے حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی نے خطاب فرمایا اور حضرت اقدس قدس سرہٗ نے انھیں بیعتِ توبہ کے کلمات کہلوائے۔ ان دو دنوں میں راولپنڈی اور اسلام آباد کے احباب نے حضرت اقدس قدس سرہٗ اور مفتیانِ کرام سے بھرپور استفادہ کیا۔ حسبِ معمول مغرب کی نماز کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی اور بعد ازاں ذکر اللہ کے فضائل اور اہمیت پر گفتگو رہی۔

مؤرخہ 16/جولائی بروز سوموار کو حضرت اقدس قدس سرہٗ جناب مرزا جاوید حمید کے مکان پر صبح کا ناشتہ کیا اور ان کے تمام اہل خانہ سے ملاقات کے بعد ان کی گاڑی میں راولپنڈی سے لاہور ادارہ رحیمیہ میں تشریف لائے۔ اس طرح آپؒ کا یہ بارہ روزہ دورہ مکمل ہوا۔

(بقیہ: آخری مکتوبِ گرامی) الحمد للہ! حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مدنیؒ کے مشن کے مطابق اس جماعتِ حقہ کے افکار و کردار سے پاکستان کی نوجوان نسل کو متعارف کرانے کے لیے حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے حکم پر ہم نے بھی یہاں کام شروع کیا ہوا ہے۔ الحمد للہ! اپنے ان اکابر کی توجہات کی وجہ سے یہاں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور حضرات مشائخ رائے پور قدس اللہ اسرارہم کے افکار و تعلیمات سے نوجوان نسل کو آگاہ کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ دین اسلام کے تینوں شعبوں؛ یعنی شریعت، طریقت اور سیاست کے شعور و فکر کے لیے یہ مرکز قائم کیا گیا ہے۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان میں ''آل انڈیا تنظیم علمائے حق'' دہلی نے حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ پر ایک نمبر نکالنے کا عزم کیا ہے۔ یہ بڑی مبارک بات ہے۔ اکابر کے افکار و تعلیمات سے نوجوان نسل کو آگاہ کرنا وقت کی ضرورت ہے۔ اس تنظیم کا یہ کارنامہ ضرور عمدہ الفاظ سے لکھا جائے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت مدنیؒ کے فکر اور مشن کو زندہ کیا جائے۔ خاص طور پر حضرتؒ نے جس سیاسی سوچ اور قومی فکر کے ساتھ کام کیا، اسے سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں کو تنگ نظری، جمود اور فرقہ واریت کے زہر سے بچایا جائے۔ اور قومی شعور کے ساتھ پورے برعظیم پاک و ہند میں امن، عدل، انصاف اور ملکی خوش حالی کے لیے کردار ادا کرنے کے لیے تیار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کی اتباع کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین!

فقط سعید احمد رائے پوری (بقلم عبدالخالق آزاد)
یکے از خدام حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہٗ
10/شعبان المعظم 1437ھ/یکم جولائی 2012ء
ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور، پاکستان

تعزیتی تأثرات

از: ایم آر شاہد، لاہور

چراغ بجھ گیا ...... روشنی باقی ہے

(معروف صحافی اور مصنف جناب ایم آر شاہد کا درجِ ذیل تأثراتی شذرہ لاہور کے معروف اخبارات روزنامہ ''پاکستان''، روزنامہ ''خبریں'' وغیرہ میں طبع ہوا۔ ان کے شکریے کے ساتھ قارئین رحیمیہ کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔ مدیر)

زندگی جن کے تصور سے جلا پاتی تھی
ہائے کیا لوگ تھے جو دامِ اجل میں آئے

میں آج بھی عبداللہ ملک کے ہاں اپنے کمرے میں اپنی میز پر بکھری فائلوں سے وہ خط تلاش کرتا رہا، جو اس ادارے سے میری وابستگی کا سبب بنا۔ یہ خط چند برس پہلے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لائبریری کی جانب سے لکھا گیا تھا۔ یہ خط ملک صاحب کے بڑے صاحبزدے جناب ڈاکٹر کوثر عبداللہ ملک کے نام تھا۔ اس میں ادارے کی لائبریری کے لیے ملک صاحب کی تصانیف طلب کی گئی تھیں۔ ایک شام بھائی جان کوثر ملک نے یہ خط مجھے دیا:

زمین کے اندر بھی روشنی ہو
مٹی میں چراغ رکھ دیا ہے

کہ اس لائبریری کو اباجی کی جو کتابیں دست یاب ہیں، ایک ایک کاپی رابطہ کرکے ڈاک کے ذریعے بھیج دیں۔ میں نے خط لیا، کھولا اور پڑھا۔ اس ادارے کا نام میرے دل ودماغ میں گھومنے لگا کہ میں نے یہ نام اپنے گھر کے آس پاس ہی کہیں پڑھا ہے۔ مزید معلومات کے لیے میں نے اپنے بزرگ دوست شیخ بلال احمد (مرحوم۔ صاحبزادے حضرت مولانا بشیر احمدؒ لدھیانوی) سے رابطہ کیا کہ میرے پاس ادارہ رحیمیہ سے خط آیا ہے۔ کیا یہ وہی ادارہ تو نہیں، جس کا آپ اکثر میرے ساتھ ملاقاتوں میں تذکرہ کرتے رہتے ہیں:

زندگی شمع کی مانند جلاتا ہوں ندیم
بجھ تو جاؤں گا ، مگر روشنی تو کر جاؤں گا

انھوں نے کہا: ہاں! یہ وہی ادارہ ہے۔ ہم نے بھی اباجی کی تمام نایاب کتابیں اس ادارے کی لائبریری کو عطیہ کردی ہیں۔ میرے خاندان کو اس ادارے اور اس کی تحریک سے بڑی محبت ہے۔ اس تحریک کا چراغ اب حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کے ہاتھوں میں ہے، جس سے لاکھوں افراد ہدایت اور فکر کی روشنی پاتے ہیں:

ایک پتنگے نے یہ اپنے رقصِ آخر میں کہا
روشنی کے ساتھ رہیے ، روشنی بن جایئے

اس کے بعد میں نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کردیا۔ یہ روحانی اور نورانی ادارہ رحیمیہ میرے گھر سے کوئی 5/7 منٹ کی مسافت پر ہے۔ ٹوٹل پٹرول پمپ کے عقب میں آف وائٹ رنگ کی 3 منزلہ بلڈنگ، اس پر مسجد کا گنبد اور ادارے کا نام دیوار پر درج ہے، جو دور سے دکھائی دیتا ہے۔ میں نے رابطہ کیا تو جناب مفتی عبدالغنی قاسمی سے بات ہوئی۔ انھوں نے ادارے میں آنے اور لائبریری کو دیکھنے کی دعوت دی۔ میں نے چند روز میں عبداللہ ملک کی کتابیں اکٹھی کیں اور رابطہ کرکے ایک دن ادارے میں چلا گیا اور ساتھ ہی اپنی بھی ایک تصنیف لے لی۔

قاسمی صاحب نے کتابیں وصول کیں، چائے پلائی اور لائبریری کا دورہ کروایا۔ اس ادارے کی روحانیت، فکر اور حضرت اقدس رائے پوری کی محبت، ادارے کو لگی ہر اینٹ سے نمایاں تھی:

علم کی شمع ہے روشن ، ایک فیضِ عام ہے
آپ کی ذات گرامی ، علم کا پیغام ہے

قاسمی صاحب کہنے لگے: ہمارے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری اس وقت آرام فرمارہے ہیں۔ کسی دن آپ آئیں گے تو حضرت سے آپ کی ملاقات کرائی جائے گی۔ میں نے ادارے کے بارے میں تفصیل جاننا چاہی تو انھوں نے بتایا کہ:

''ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) ایک دینی اور تربیتی مرکز ہے۔ یہ اپنی وقیع علمی حیثیت اور دین اسلام کے نظامِ فکر وعمل کی شعوری تربیت کے حوالے سے ایک منفرد دینی شناخت رکھتا ہے۔ یہ ادارہ 2001ء میں قائم ہوا۔ اس ادارے کا مین کیمپس اور ہیڈ آفس پاکستان کے تاریخی شہر لاہور میں ہے، جب کہ اس کے ریجنل کیمپس کراچی، سکھر، ملتان اور راولپنڈی میں واقع ہیں۔ یہ ادارہ نوجوانانِ پاکستان میں دینی تعلیم وتربیت اور اس کے فکر وشعور کے پھیلاؤ کے لیے بڑی استقامت کے ساتھ کام کررہا ہے۔ اس ادارے کے بانی اور سرپرستِ اعلیٰ برعظیم پاک وہند کے مسلمہ دینی سلسلے ''سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور'' کے مسند نشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ آپ حضرت رائے پوری ثانی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز اور اپنے والدِ گرامی حضرت رائے پوری ثالث حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہٗ کے جانشین ہیں۔''

حضرت اقدس رائے پوری رابع قدس سرہٗ کے مختصر حالاتِ زندگی کچھ یوں ہیں کہ آپؒ جنوری 1926ء میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر سے ہی خانقاہِ رائے پور میں حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کی صحبت اور اپنے والدِ گرامی کی معیت میں ''رائے پور'' رہے۔ جہاں آپؒ نے اپنے والدِ گرامی سے ابتدائی دینی کتب پڑھیں، جب کہ جید علمائے کرام سے علومِ قرآنیہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر 1948ء میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر ظاہری دینی تعلیم کی تکمیل کی۔ اس کے بعد دو سال حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ سے ''سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور'' میں باطنی تربیت حاصل کی اور 1950ء میں آپؒ کی جانب سے خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد آپؒ پاکستان تشریف لے آئے۔

ادارہ رحیمیہ کے طبع شدہ تعارفی کتابچے کے مطابق ''آپؒ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے حکم کے مطابق 1950ء سے ہی پاکستان میں جدید تعلیمی اداروں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور قدیم مدارس کے طلبا اور نوجوان نسل کی دینی اور اَخلاقی تعلیم وتربیت اور شعور و آگہی کا کام بڑی ہمت اور استقامت سے کررہے ہیں۔ آپؒ نے زوال کے دور میں انسانی معاشروں کے اہم ترین مسائل، خاص طور پر سیاسی، معاشی اور عمرانی مسائل کا قرآنی نقطہ نگاہ سے تجزیہ کرنے اور دینی حوالے سے ان کے حل کی رہنمائی کے فرائض بڑی عمدگی سے سرانجام دیے۔ اسی طرح ''دنیاوی تعلیم'' کے نام پر پرائیویٹ اور حکومت کے زیر اہتمام چلنے والے ہمارے ملک کے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں نوجوانوں کو مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کے اصول پر مختلف شعبوں میں صرف پیشہ ورانہ تعلیم دی جاتی ہے، لیکن دین اور قرآنی نظریے کی اساس پر قومی اور بین الاقوامی نظام کے سیاسی، معاشی اور عمرانی

مسائل پر رہنمائی کا کوئی طریقۂ کار ان کے سامنے نہیں ہے، بلکہ اس کے برخلاف یہ تعلیمی ادارے غلامی کے دور کی طرح لارڈ میکالے کے نظریۂ تعلیم کی اساس پر قائم ہیں اور سرمایہ دارانہ نظام کے لیے آلہ کار طبقات پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

اس طرح قومی سطح پر تعلیمی حوالے سے ہماری کوتاہی یہ ہے کہ ہم دہرے نظام ہائے تعلیم کی اساس پر ''دینی'' اور ''دنیاوی'' دو متضاد اور باہمی برسرِ پیکار طبقات پیدا کرنے میں مصروفِ عمل ہیں، جس کا نتیجہ ہے کہ ہم دین کی اساس پر قومی وحدتِ فکری، اجتماعی شیرازہ بندی، سیاسی استحکام اور معاشی خوش حالی سے کوسوں دور اور دینی نظام سے بیگانہ ہیں۔ ان حالات میں بڑی ضرورت تھی کہ ایسی تعلیمی تربیتی جدوجہد اور کوشش شروع کی جائے، جس کے ذریعے نوجوانوں میں دینی اور قرآنی تعلیمات کی اساس پر انسانی سماج کے اہم ترین سیاسی، معاشی اور عمرانی مسائل کا شعور پیدا ہو اور ہمارے ملک کے نوجوان دین اسلام کو بطورِ نظامِ زندگی سمجھنے کے لیے قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کریں۔''

زمانہ یاد کرے یا صبا خاموش
ہم ایک چراغِ محبت جلاتے جاتے ہیں

پھر کچھ دنوں بعد جب میں ادارے گیا تو قاسمی صاحب نے میری ملاقات خانقاہ کے مسند نشین حضرت اقدس سے کروائی۔ حضرت اپنے کمرے میں تشریف فرما تھے۔ انتہائی خوب صورت نورانی چہرہ، چاندنی کی مانند سفید داڑھی، آنکھوں میں بلا کی چمک، زبان و لہجے میں دین اسلام کی دمک، حضرت سے میرا تعارف بطورِ ادیب عبداللہ ملک کی کتابوں کے مرتب کار کی حیثیت سے کروایا گیا۔ اس پر انھیں ملک صاحب سے اپنی یادگار ملاقات یاد آ گئی۔ بہت سی یادیں دہرائی گئیں۔ وہ یادیں جو ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ اس عمر مبارک میں بھی آپ کا کمال کا حافظہ تھا۔ حضرت اقدس سے پہلی ملاقات نے مجھے ان کا گرویدہ بنا دیا۔ اس کے بعد جناب مفتی عبدالخالق آزاد سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ یہ بھی حضرت کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس ادارے کی آب یاری کر رہے ہیں اور ممتاز عالم دین ہیں۔ ان کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں:

اِک سخی ہے، جس کا در ہر وقت کشادہ رہتا ہے
بھیک کرم کی بٹتی ہے دن رات یہاں ناداروں میں

اس طرح میرا اس روحانی اور فکری ادارے سے تعلق جڑ گیا اور جب بھی اپنے کاموں سے فراغت پاتا یا جی اُداس ہوتا تو بیٹے فیاض کے ساتھ حضرت جی کا دیدار کرنے چلا جاتا۔ وہ کندھے پر تھپکی دیتے اور دعائیں دیتے اور میں اپنے گناہوں سے بھرے میلے دامن میں وہ دعائیں اور صدائیں سمیٹ کر لے آتا۔ پھر 2 سال قبل جب آپؒ اپنے ادارے کے ساتھیوں کے ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت کے لیے گئے، میں پھر ملنے گیا اور اپنے لیے دعا کی درخواست کی۔ واپس آئے تو مبارک باد دینے گیا اور پھر اپنے لیے دعا کی درخواست کی۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور ایک سال بعد مجھے اللہ تعالیٰ کے گھر سے بلاوا آ گیا۔ ساغر بابا نے کہا تھا:

ہے دعا یاد، مگر حرفِ دعا یاد نہیں
میں وہ سائل ہوں، جسے کوئی صدا یاد نہیں

معروف ترقی پسند مصنف عبداللہ ملک کی خواہش پر جناب محمد عباس شاد نے حضرت صاحبؒ سے ملک صاحب کی رہائش گاہ پر ملاقات کا اہتمام کیا۔ سب نے اکٹھے کھانا کھایا اور جی بھر کے باتیں کیں۔ حضرتؒ سے ملتے ہوئے ملک صاحب کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی۔ وہ اپنے لیے بار بار دعا کی درخواست کرتے رہے۔ اس ملاقات میں حضرتؒ کے جانشین مفتی عبدالخالق آزاد بھی شامل تھے۔ ملک صاحب نے اس ملاقات کو یادگار اور تاریخی قرار دیا اور کہا کہ: ''میں آج اپنے اندر ایک روحانی سکونِ قلب محسوس کر رہا ہوں۔'' ملک صاحب نے اس ملاقات کا ذکر اپنی ڈائری میں بھی کیا ہے، جو کتاب کی صورت میں چھپ چکی ہے۔ اس کا نام ہے ''ایک مسلم کمیونسٹ کے شب و روز'':

اچھے خاصے تھے کہ لینے کو قضا آ ہی گئی
دل پہ سارے اقربا کے اِک اداسی چھا گئی

حضرت اقدس آج ہم میں موجود نہیں، مگر ان کی باتیں اور یادیں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ ان کے عقیدت مند ہمیشہ ہدایت کی روشنی پاتے رہیں گے۔ چراغ بجھ گیا تو کیا ہوا، روشنی تو باقی ہے۔ ان کے علم کی، ان کے فکر کی اور ان کے ذکر کی روشنی۔

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کا انتقال 26 ستمبر 2012ء بروز بدھ لاہور میں ہوا۔ ان کی نمازِ جنازہ 27 ستمبر 2012ء بروز جمعرات بوقت 3 بجے سہ پہر وارث روڈ گراؤنڈ میں ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ میں ملک بھر سے خلفا اور عقیدت مندوں کی تعداد تقریباً 20 ہزار کے قریب تھی۔ ان میں باہر کے ملکوں سے ان کے مریدین بھی آئے تھے۔ اس موقع پر مختصر خطاب ہوا۔ حضرتؒ کی وصیت پڑھ کر سنائی گئی کہ میرے بعد اس خانقاہِ رحیمیہ کے جانشین جناب مفتی عبدالخالق آزاد ہوں گے۔ حضرتؒ کی تمام تعلیمات اور فکر نوجوانوں کے لیے تھی۔ ان نوجوانوں میں سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبا اور اساتذہ کی تعداد زیادہ تھی، جو ہمہ وقت ان پر جان چھڑکنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ ان کی وفات پر سب سے زیادہ رونے والوں کی تعداد نوجوانوں کی تھی، جو دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ یہ عالم تھا ان کی فکری تعلیمات کا کہ معاشرے کے ہر طبقے سے نوجوان، بوڑھے اور بچے ان کے جنازے میں شریک تھے۔ ایک عالَم نے عالِم کا شان دار نظارۂ رُخصت دیکھا، جو لاہور کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کی آخری آرام گاہ ادارہ رحیمیہ کے بالکل سامنے چند گام کے فاصلے پر ایک احاطہ چار دیواری میں ہے۔ اس جگہ کو ''گل زارِ سعیدیہ رحیمیہ'' کا نام دیا گیا ہے:

''کیا بتاؤں یہ راز کیا ہوں میں
خاک دہلیز مصطفیٰ ہوں میں''

حضرتؒ چند روز بیمار رہے، مگر مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی۔ حضرتؒ نے غنودگی میں جانے سے پہلے اپنے آخری الفاظ ادا کیے: ''یا اللہ! اس جماعت اور ادارے کی حفاظت فرما۔'' آپ چھ بھائی تھے۔ حضرتؒ سمیت تین کا وِصال ہو چکا ہے، اب تین حیات ہیں۔ آپؒ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپؒ کی چار بہنیں تھیں۔ دو وفات پا چکی ہیں اور دو بقید حیات ہیں۔ آپ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ سب سے چھوٹا بیٹا 1999ء ایک حادثے میں انتقال کر گیا تھا، جس کا حضرتؒ کو بہت غم تھا۔ دو بیٹے حیات ہیں۔ حضرتؒ کی ایک صاحبزادی جناب مفتی عبدالخالق آزاد کی شریکہ حیات ہیں۔ آزاد صاحب آپؒ کی تحریک اور فکر کو لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ آخر میں:

''کہتا ہوں ایک بات بڑی مختصر سی ہے
جھک کر چلو حیات بڑی مختصر سی ہے''

rahimia.org

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب میواتی دامت برکاتہم العالیہ

(مجاز حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہٗ)

(قصبہ کوٹ ضلع نوح، میوات، انڈیا)

قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ سعید احمد صاحب قدس سرہٗ مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا سانحۂ ارتحال پوری امتِ مسلمہ کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے۔ آپؒ سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشینِ ثالث (حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ) کے جانشین اور مسند نشینِ ثانی (حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ) کے خلیفہ اَجل اور سچے وارث تھے۔ انھوں نے مسند نشین ثالث یعنی اپنے والد قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کی زیر نگرانی بڑے ناگفتہ بہ حالات میں علمائے حق، بالخصوص حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے مکتبِ فکر سے وابستگی رکھنے والے علمائے ربانیین کے فکر و عمل کو لے کر پورے عزم و استقلال کے ساتھ دین حنیفیت کا جھنڈا بلند کیا۔

انھوں نے عصر جدید کے اُبھرنے والے تقاضوں کا احساس و اِدراک کرتے ہوئے دورِ خیر القرون اور اسوۂ صحابہؓ کو سامنے رکھتے ہوئے دینی غلبے کی حکمتِ عملی مدوّن فرمائی، جس میں ظالمانہ سامراجی نظام اور اشتراکیت کی لادینیت سے بچنے کا مکمل طریقۂ کار موجود ہے۔ چناں چہ آپؒ نے دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں دورِ جدید کے مسائل کو حل کرنے کے لیے قرآنی اصولِ معاشیات، سیاسیات اور عمرانیات کی بھی وضاحت فرمائی۔ اس پر رجالِ کار کی تیاری کا عمل برابر جاری رہا۔ افسوس یہ عمل حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی وفات کے بعد منقطع ہو گیا تھا، آپؒ نے بڑے گھمبیر حالات میں اپنے اکابر اولیاء اللہ کے فکر و عمل کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کو کروٹ کروٹ جزائے خیر دے۔

ایک عرصے سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ایک جماعت تیار ہو، جو دین حق کے تقاضوں کو سمجھے اور اسوۂ حسنہ کے تاریخی عمل کے ساتھ وابستگی رکھتے ہوئے ترقی پسند سوچ کی حامل ہوں۔ اور وہ وقت کے مروّجہ نظاموں کا تنقیدی شعور رکھتے ہوئے قوموں کو اجتماعی زوال سے نکالنے کی حکمتِ عملی اور اس دور کے تقاضوں کو سمجھنے کا سلیقہ بھی رکھتی ہو۔ اعلیٰ انسانی اَخلاق اور اخلاص و للّٰہیت کے زیور سے بھی آراستہ ہو۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ ہمارے حضرت اقدس رائے پوریؒ نے رجالِ کار تیار کرنے کے اس منقطع عمل کو دوبارہ زندہ کیا۔ پھر اپنی قلبی توجہ اور فقہی بصیرت کے ساتھ قومی اور ملّی تقاضوں کے دینی شعور کے ساتھ قرآنی اصولِ سیاسیات اور قرآنی اصولِ معاشیات و عمرانیات کی تعلیم و تربیت کے ساتھ مشائخ رائے پور کے معمولات کی تلقین فرما کر تزکیۂ قلوب اور تصفیۂ باطن کی دولت سے بھی مالا مال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے فیض کو تا قیامت باقی رکھے۔

اس جماعتِ حقہ کی کارکردگی موصوف کے حق میں صدقہ جاریہ اور جماعت کو بفیض مشائخ رائے پور عزم و استقلال کی دولت نصیب ہو۔ اللّٰهمّ ارنا الحقّ حقّا و ارزقنا إتّباعه.

بتاتے آپ گہوارہ میں اسرار
سعید آپ اپنی ماں کے پیٹ سے تھے

محمد الیاس غفرلہٗ 20-10-12

از: وسیم اعجاز، کراچی

بیاد حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ

کچھ دیر ٹھہر جاتے

”کچھ دیر ٹھہر جاتے ، کچھ دیر ٹھہر جاتے“
جو خواب ہیں آنکھوں میں ، وہ خواب سنور جاتے

کچھ دیر ٹھہر جاتے ، یہ شب تو گزر جاتی ۔۔۔ تکلیف کے ماروں کی قسمت بھی سنور جاتی
تھا دشت نما آنگن ، گلزار کِیا تو نے ۔۔۔ اس باغ کے پھولوں کی خوشبو تو بکھر جاتی
پھر دیکھتے سب مل کر ، یہ خار کدھر جاتے؟
”کچھ دیر ٹھہر جاتے ، کچھ دیر ٹھہر جاتے“

نم دیدہ ہے یہ محفل ، اس غم کا بیاں مشکل ۔۔۔ یہ سوزِ دروں کیسا دل میں ہے نہاں مشکل؟
اِک ظلم کی چادر سی چھائی ہے زمانے میں ۔۔۔ جو عدل کی ہو داعی ، ہے وہ ہی زباں مشکل
اس نخلِ تمنا کے کچھ رنگ نکھر جاتے
”کچھ دیر ٹھہر جاتے ، کچھ دیر ٹھہر جاتے“

ترے آخری جلوے میں کیا خوب تھی رعنائی ۔۔۔ سورج کی بھی کرنوں نے ضو ایسی کہاں پائی
تا حدِ نظر دیکھا ، تھے تیرے ہی پروانے ۔۔۔ کوئی کیسے کہے دل کو ، لے نام شکیبائی
پیغامِ مہر تاباں ، ہیں حدِ نظر جاتے
”کچھ دیر ٹھہر جاتے ، کچھ دیر ٹھہر جاتے“

گل زارِ رحیمی کا وہ جام دیا تو نے ۔۔۔ باطل کو مٹانے کا پیغام دیا تو نے
دنیا میں وسیم ایسا دیکھا نہ سنا ہوگا ۔۔۔ سب اپنے مخالف کو تھا رام کیا تو نے
تم صبر کے داعی اور وہ حد سے گزر جاتے
”کچھ دیر ٹھہر جاتے ، کچھ دیر ٹھہر جاتے“

آخر تجھے جانا تھا ، آخر ہمیں جانا ہے
”کچھ دیر ٹھہر جاتے ، کچھ دیر ٹھہر جاتے“

حضرت مولانا سید محمود شاہ بخاریؒ مجاز حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا سید محمد اطہر شاہ بخاری مہتمم مدرسہ امداد الرحیم دیپالپور کے

تعزیتی تأثرات

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

میرے مربی، میرے مرشد حضرت اقدس الشاہ مولانا سعید احمد رائے پوری رحمة اللّٰه علیه رحمةً واسعةً کا دنیائے فانی سے رخصت ہو جانا، میرے لیے اور میرے خاندان کے لیے عظیم حادثۂ فاجعہ ہے۔ ادارہ رحیمیہ میں حضرت اقدسؒ کو نہ دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

پھر حضرت مفتی پیر و مرشد عبدالخالق صاحب آزاد رائے پوری کو حضرت اقدسؒ کی مسند پر جلوہ افروز دیکھ کر قلبی مسرت و سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ کریم ہمیں حضرت مفتی آزاد صاحب رائے پوری سے فیض یاب ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

سید اطہر نقوی مہتمم مدرسہ امداد الرحیم (دیپالپور)

جانشینِ رائے پور

(مؤرخہ: 07/دسمبر 2012ء بروز جمعۃ المبارک کو جامعہ خدیجۃ الکبریٰ بورے والا میں تقریب تکمیل حفظ القرآن کے موقع پر مولانا قاری غلام فرید قائم پوری نے حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری کو درجِ ذیل منظوم خراجِ تحسین پیش کیا:)

خانقاہِ رائے پور کے جو بنے ہیں جانشیں
شاہ عبدالخالق ہیں وہ داعیِ دین متیں

ایک عرصہ ہے گزارا صحبت باولیا
سیکھ لی اسلاف اپنوں کی نرالی ہر ادا
جذب کر گئے خانقاہی سب خصائل دل نشیں
شاہ عبدالخالق ہیں وہ داعیِ دین متیں

شاہ سعیداحمدؒ نے ان کو اعتماد اپنا دیا
اور تاریخی تسلسل سے کیا ہے آشنا
ظرف ہے عالی کہ بن گئے فکری وِرثے کے امیں
شاہ عبدالخالق ہیں وہ داعیِ دین متیں

قافلۂ حق چلے گا راہبری میں آپ کی
حوصلہ دل کا بڑھے گا آگہی میں آپ کی
راستہ حق کا ہوا ہے آپ ہی کے ہم نشیں
شاہ عبدالخالق ہیں وہ داعیِ دین متیں

فیض ہو جاری ہمیشہ وارثِ اسلاف کا
چار سُو پھیلے شعور اب عدل کا انصاف کا
موڑ آئیں جتنے مشکل ، کم نہ ہو عزم و یقیں
شاہ عبدالخالق ہیں وہ داعیِ دین متیں

دست بستہ ہے فرید اب ایک ہی بس التجا
عام ہوجائے جہاں میں دین حق کی یہ صدا
رحم کر ہر ایک پر اے خدائے عالمیں!
شاہ عبدالخالق ہیں وہ داعیِ دین متیں

خانقاہِ رائے پور کے جو بنے ہیں جانشیں
شاہ عبدالخالق ہیں وہ داعیِ دین متیں

آمین! مولانا قاری غلام فرید، قائم پور

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

براہِ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں: 0321-4431184

سوال (1): سات افراد نے قربانی کی ایک گائے خریدی۔ قربانی کے دن سے پہلے ایک فرد ان میں سے علاحدہ ہوگیا تو اس کی جگہ دوسرے شخص کو شامل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ محمد شفیق، بورے والا

جواب: قربانی کے جانور میں قربانی کی نیت سے شریک ہوکر علاحدہ ہونے والے شخص پر قربانی واجب ہے تو اس کی جگہ دوسرا آدمی شامل کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر علاحدہ ہونے والا ایسا شخص ہے، جس پر قربانی واجب نہیں تو اس کے علاحدہ ہونے کی صورت میں تمام شرکا کی قربانی درست نہ ہوگی، جب تک کہ وہ اس شخص کو قربانی میں شریک نہ کرلیں۔

سوال (2): خصی جانوروں کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ سلیمان مظہر، لاہور

جواب: خصی جانوروں کی قربانی درست ہے۔ ایسے جانور کا گوشت نسبتاً بہتر ہوتا ہے۔ ابوداؤدؒ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی بکروں کی قربانی فرمائی۔

سوال (3): نفل حج والدین کی اجازت کے بغیر درست ہے یا نہیں؟ محمد عثمان، فیصل آباد

جواب: اگر والدین اجازت نہ دیں تو نفلی حج پر نہیں جانا چاہیے۔

سوال (4): حج کرنے والا 09/ذی الحجہ کو عرفات کی حدود سے غروبِ آفتاب سے پہلے نکل آئے تو دم واجب ہوگا یا نہیں؟ افتخار احمد، پشاور

جواب: حجاجِ کرام 09/ذی الحجہ کو عرفات میں وقوف کرتے ہوئے غروبِ آفتاب تک میدانِ عرفات کی حدود کے اندر رہیں۔ غروبِ آفتاب کے بعد عرفات سے واپسی ہونی چاہیے۔ اور غروبِ آفتاب سے پہلے حدودِ عرفات سے نکل آنے کی صورت میں دم واجب ہوگا۔

سوال (5): ایک لڑکے اور ایک لڑکی نے والدین کی اجازت کے بغیر دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرلیا۔ وہ دونوں میاں بیوی کے طور پر گاہے بگاہے ملتے رہے۔ لڑکی کے والدین کو علم ہونے پر انھوں نے ان دونوں کی سرزنش کی، جس کے بعد لڑکی کے والدین اشتعال میں آگئے اور فوری طور پر اس لڑکے سے طلاقِ بائنہ لے لی اور دوسرے ہی دن اس لڑکی کی شادی ایک دوسرے شخص سے کردی۔ یہ دوسرا نکاح شرعی طور پر درست ہے یا نہیں؟ غلام مصطفیٰ لاہور

جواب: والدین کی اجازت کے بغیر خفیہ طور پر نکاح کرنا اگرچہ نازیبا عمل ہے، لیکن جب اس میں دو گواہ موجود تھے تو شرعی طور پر نکاح کا انعقاد مکمل ہوگیا۔ اس لیے اس کے بعد اس وقت تک دوسرا نکاح کرنا درست نہیں، جب تک کہ پہلے شوہر سے طلاق لینے کے بعد اس کی عدت پوری نہ ہوجائے۔ اس لیے دوسرا نکاح درست نہیں ہے۔ دونوں کے درمیان فوری طور پر تفریق لازمی ہے۔

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف انڑ (حیدرآباد)
محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
محترم حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
محترم سید خالد ریاض بخاری (واہ کینٹ)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کردیا جاتا ہے۔
ممبرشپ کی رقومات کی ترسیل بنام "رحیمیہ لاہور" میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔